سہ ماہی تحقیقی مجلّہ نور معرفت کا 71 واں شمارہ پیش خدمت ہے۔اس شمارے کا پہلا مقالہ "سماج میں ثقافتی تبدیلی کا قرآنی منہج" کے عنوان سے مزین ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق، سماجی ثقافتی میں ہر قسم کی تبدیلی، انفرادی عقائد، روّیوں، اخلاق اور علمی معیار کو براہِ راست متاثر کرتی ہے۔ لہٰذا وہ مدعی ہیں کہ موجودہ مسلم معاشروں کو غیر اسلامی ثقافت کے اثرات غیر شعوری اثرات سے بچانا ضروری ہے۔ لیکن اس کا اسلوب کیا ہوگا؟اس مقالے میں معاًصر سماجی چیلنجز کو سامنے رکھتے ہوئے معاشرتی اصلاح، اخلاقی بیداری اور علمی ثقافت کے فروغ کے لیے قرآن کے اسلوب کے خدوخال واضح کیے گئے ہیں۔ مقالہ کے مطابق، معاشرے میں حقیقی دینی ثقافت رائج کرنے کے لیے پختہ عزم کے ساتھ معاشرے میں عقل وشعور کی بالادستی قائم کرنا، عدل وانصاف کو فروغ دینا، تقویٰ کو معیارِ فضیلت قرار دینا، انسانیت کی تکریم کرنا اور علم کی ترویج کو عام کرنا بنیادی ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ مقالہ مسلمان معاشروں کو قرآن وسنت کے ساتھ جوڑ کر ایک اصولی اور جامع فریم ورک کے تحت ثقافتی تبدیلی کی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

اس شمارے کا دوسرا مقالہ جس کا عنوان "استاد مرتضٰی مطہری کے نقطۂ نظر سے معاشرتی انحرافات کی روک تھام کا ماڈل" ہے، اس کے مطابق، انسانی سماج کو درپیش مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ، "معاشرتی انحرافات" کا ہے۔ یہ مسئلہ 19 ویں صدی کے اواخر سے ماہرینِ عمرانیات کے درمیان زیرِ بحث ہے اور اس کے باوجود کہ اس مسئلے کے حل کے لئے مختلف تحقیقات اور نظریات پیش کیے گئے ہیں لیکن یہ بحران ابھی باقی ہے۔اس مقالے میں استاد شہید مرتضٰی مطہری کے آثار کی روشنی میں معاشرتی انحرافات کے اسباب کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ان کی روک تھام کی ایک ایسی حکمت عملی بیان کی ہے جس پر مزید تحقیقات انجام دے کر اس بحران کے حل کا نسبتاایک جامع ماڈل پیش کرتا ہے۔

تیسرے مقالے کا عنوان: "اہل سنت کے ابتدائی حدیثی ورثے کی تشکیل کے متعلق: سمیع اللہ سعدی کی آراء کا تنقیدی ہے۔ یہ مقالہ سمیع اللہ سعدی کے اس دعویٰ کا جائزہ لیتا ہے کہ تدوینِ حدیث سے قبل کے دور میں اہل سنت کی حدیثی سرگرمیاں —— تحریری اور زبانی، دونوں اعتبار سے —— شیعہ کی نسبت کہیں زیادہ وسیع، منظّم اور مستحکم تھیں۔ یہ مقالہ تاریخی۔ تحلیلی اسلوب کے تحت عہدِ صحابہ و تابعین کے سماجی وفکری حالات اور رجحانات کی روشنی میں سعدی صاحب کی رائے کو پرکھتا اور یہ نتیجہ دیتا ہے کہ سعدی کی یہ رائے کسی طور درست نہیں ہے اور اب کا دعویٰ متعدد تاریخی اشکالات سے دوچار ہے۔

اس شمارے کا چوتھا مقالہ "لبرل ازم کی فکری بنیادیں—ایک تنقیدی جائزہ" کے عنوان سے لبرل ازم کے فکری وفلسفیانہ نظام کا تنقیدی تجزیہ پیش کرتا ہے۔ یہ مقالہ لبرل ازم کے چار بنیادی اصولوں —— انسانیّت پرستی، انفرادیت پرستی، لذت پرستی اور تجربہ پسندی —— کی تشریح کے ضمن میں سماج پر ان کے فکری، اخلاقی اور معاشرتی اثرات پر روشنی ڈالتا ہے۔ مقالہ کے مطابق، اگرچہ لبرل ازم نے انسانی حقوق اور سیاسی آزادیوں کے لیے اہم کردار ادا کرتا ہے، لیکن اس میں فرد کی مرکزیت اور مطلق انسان پرستی کی وجہ سے سماج میں اخلاقی انتشار پیدا ہوتا ہے جو سماجی روابط کو کمزور کرتا ہے۔ نیز لبرل ازم جن اصولوں پر استوار ہے، وہ انسانی زندگی سے معنویت، گہرائی اور روحانیت کا خاتمہ کر دیتے ہیں؛ حالانکہ انسان کی سعادت کے لئے اخلاقی اور روحانی اقدار کو ہر سیاسی اجتماعی نظام کا حصہ بنانا ناگزیر ہے۔

اس شمارے کا آخری مقالے کا عنوان ہے: "Toward an Integrated Model: A Comparative Study of Foundational Principles in Modern and Islamic Management Paradigms"۔ یہ مقالہ، دراصل، ایک معیاری تقابلی۔ تجزیاتی طریقہ کار کے تحت عصر جدید اور اور اسلامی انتظامی پیراڈائمز میں مدیریت اور نظم ونسق کے مختلف ماڈلز کا عمیق جائزہ لیتے ہوئے، مدیریت کا ایک ایسا مخلوط ماڈل پیش کرتا ہے جو اُن اداروں کو جو عالمی پیچیدگیوں میں رہتے ہوئے بھی ماورائی انسانی اقدار سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں، بہترین مدیریت کا ایک مربوط ماڈل فراہم کرتا ہے۔ یہ تحقیق جدید مینجمنٹ کے سیکولر وجودی، معرفتی، اور اقداری تصورات کا اسلامی مدیریت کے انہی تصورات سے بنیادی

اختلافات کو اجاگر کرنے کے ضمن میں مدیریت پر موجود لٹریچر میں موجود ایک اہم خلا کو پُر کرتی ہے اور ایک ایسا قابلِ عمل اور قابلِ اطلاق ماڈل پیش کرتی ہے جو جدید مینجمنٹ کے تجرباتی وسائل اور تجزیاتی سختی کو اسلامی اصولوں کے ماورائی اخلاقی تقاضوں کے ساتھ حکمت عملی کے طور پر یکجا کرتی ہے۔